اعلانِ تاشقند

ایک قابلِ غور پہلو

رئیس احمد جعفری

یہ بات تو اپنی جگہ طے شدہ ہے کہ تاشقند میں پاکستان کے صدر اور بھارت کے وزیر اعظم کے مابین جو گفتگو ہوئی تھی اس کی اصل و اساس کشمیر اور صرف کشمیر کا مسئلہ تھا۔ یہ بھی صحیح ہے کہ تاشقند کا اعلان ایک اعلان ہی ہے اسے سمجھوتہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ نہ یہ کوئی معاہدہ ہے۔ اس اعلان کی غرض وغایت یہ ہے کہ پاکستان اور بھارت کے مابین دوستانہ تعلقات استوار ہوں اور جو اختلافات ہیں انھیں پر امن طریقے سے طے کر لیا جائے۔ کشمیر سے متعلق بھارت اور پاکستان کا اختلاف ۱۸ سال سے چلا آ رہا ہے ۱۸ سال کی یہ طویل مدت صرف تلخیوں، ہنگامہ آرائیوں اور بالآخر جنگ وجدل کی تاریخ پر مشتمل ہے۔ اس ۱۸ سال کی مدت میں امریکہ کی سرد مہری، برطانیہ کی غیر جانبداری، دوسرے ممالک کی بے اتفاقی، اور روس کے ویٹو کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک زندہ اور شعلہ بداماں مسئلہ نذر تغافل ہوتا چلا گیا۔ تاشقند کے مذاکرات سے پہلے جو جنگ ہوئی تھی اس سے اس مسئلے کی سنگینی اور اہمیت واضح ہو گئی، امریکہ، برطانیہ، روس اور دوسرے ممالک جو اس مسئلے کو قصۂ پارینہ سمجھ رہے تھے محسوس کرنے لگے اور برملا اعتراف کرنے لگے کہ واقعی یہ مسئلہ موجود ہے اور اسے حل ہونا چاہیے اور جب تک یہ مسئلہ حل نہیں ہوتا بھارت اور پاکستان کے مابین پائیدار امن قائم نہیں ہو سکتا۔ یہ کسی شخص کے تدبر کی فتح ہے یا حالات اور واقعات کا قدرتی نتیجہ ہے اس پر بحث۔ گفتگو بے سود ہے۔ بہر حال امر واقعہ یہ ہے کہ جو ممالک اس مسئلے کو ختم سمجھ چکے تھے وہ اسے حل کرنے پر غور کرنے لگے اور اسی غور وفکر کا نتیجہ اعلان تاشقند ہے۔ اگر کشمیر کا مسئلہ حل طلب نہ ہوتا تو نہ جنگ برپا ہوتی نہ تاشقند کے مذاکرات کا آغاز ہوتا۔

تاشقند کے مذاکرات کی تفصیل اب تک پورے طور پر سامنے نہیں آئی ہے اور شاید ابھی اس کا وقت بھی نہیں آیا ہے۔ لیکن وہ تفصیل کچھ بھی ہو اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس کے بین السطور میں کشمیر کا مسئلہ موجود ہے اور آخر کار اسے حل ہونا ہے۔

اعلان تاشقند پر پاکستان اور بھارت ہر جگہ جہاں ایک بڑے حلقے نے اطمینان کا اظہار کیا ہے وہاں ایک معقول حصے کی طرف سے بے اطمینانی کا مظاہرہ بھی کیا گیا ہے۔ یہ سلسلہ اب تک جاری ہے اور شاید ابھی کچھ عرصے تک جاری رہے گا۔

اعلان تاشقند کے بعد پاکستان اور بھارت کے ارباب حکومت اور رہنمایان ملک کی طرف سے متعدد بیانات دیے جا چکے ہیں۔

صدر ایوب، ذوالفقار علی بھٹو، وزیر امور کشمیر علی اکبر، وزیر نشریات خواجہ شہاب الدین اور دوسرے اکابر واضح طور پر یہ کہہ چکے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اس اعلان کا نتیجہ مسئلہ کشمیر کے حل ہی کی صورت میں نکلے گا۔ انھوں نے اعلان کیا ہے اور ان اعلانات کا سلسلہ برابر جاری ہے کہ تاشقند کے مذاکرات کے معنی یہ نہیں ہیں کہ کشمیر سے ہم دستبردار ہو گئے ہیں یا اب اس مسئلہ کی اہمیت باقی نہیں رہی۔ ہم اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھ سکتے جب تک کشمیر کو حق خود ارادیت نہ مل جائے۔ ہم ہمیشہ اور ہر وقت کشمیر کی تحریک استقلال کی تائید کریں گے۔ یہ اعلانات اس حقیقت کے مظہر ہیں کہ پاکستان کے موقف میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے البتہ وہ اپنے نئے اور سرگرم کرم فرماؤں کی مساعی کا نتیجہ دیکھ لینے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا اور اس نتیجے کے ظہور میں کچھ زیادہ دیر بھی نہیں ہے۔ لیکن ایک دوسرا پہلو بھی غور طلب ہے وہ یہ کہ بھارت کے ارباب حکومت اور رہنمایان ملک صاف اور واضح الفاظ میں بار بار اعلان کر رہے ہیں کہ کشمیر بھارت کا اٹوٹ انگ ہے اور رہے گا۔ سورن سنگھ نے یہی کہا ہے، چاون نے یہی فرمایا ہے۔ مرارجی ڈیسائی کا یہی ارشاد ہے۔ ڈاکٹر سمپورنانند کی گل افشانیوں کا ماحصل بھی یہی ہے اور سب سے بڑھ کر بھارت کی نئی وزیر اعظم اندرا گاندھی کے ارشادات کا خلاصہ بھی یہی ہے۔

ان بیانات اور اعلانات کو پڑھ کر قدرتاً لوگوں کے دل میں اندیشہ ہائے دور دراز پیدا ہوتے ہیں اور ایک جماعت یہ خیال کرنے لگتی ہے کہ پاکستان اپنے موقف سے ہٹ گیا ہے بھارت اپنی پالیسی پر قائم ہے۔ کشمیر کا مسئلہ اب ختم ہو گیا۔

لیکن ان اندیشہ ہائے دور دراز کا شکار وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو تاریخ سیاسیات عالم بالخصوص تاریخ سیاسیات ہند سے ناواقف ہیں یا اس پر وسیع نظر نہیں رکھتے۔

کیا پاکستان کے متعلق گاندھی جی نے سینکڑوں بار لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے آنے تک یہ نہیں کہا تھا کہ پاکستان نہیں بن سکتا؟

کیا جواہر لال نے، ولبھ بھائی پٹیل نے، راجندر پرشاد نے، ابوالکلام آزاد نے، ہندوستان کے آخری وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو صاف اور غیر مشتبہ الفاظ میں متنبہ نہیں کیا تھا کہ تقسیم ہند ہم کسی صورت میں بھی گوارا نہیں کر سکتے؟

کیا ہندوستان کی سب سے بڑی سیاسی جماعت نے آخر وقت تک یہی تجویز منظور نہیں کی تھی کہ پاکستان منظور نہیں کیا جا سکتا اور پھر دفعتہً کیا کانگریس ورکنگ کمیٹی سے منظوری لیے اور اسے اعتماد میں لیے بغیر نہرو اور پٹیل نے وائسرائے کے سامنے تقسیم ہند کا اصول تسلیم نہیں کر لیا تھا؟ اور کیا ان دونوں کے پاکستان کا اصول تسلیم کر لینے کے باوجود گاندھی جی نے اس کی پبلک طور پر مخالفت نہیں کی تھی؟ اور مولانا ابوالکلام آزاد کو اس منظوری کے خلاف دعوت جہد و عمل نہیں دی تھی؟

مگر کیا وہ گاندھی جی ہی نہیں تھے جنھوں نے دوسرے دن ورکنگ کمیٹی کو مشورہ دیا تھا کہ تقسیم قبول کر لے اور مولانا ابوالکلام آزاد سے کہا تھا کہ:

"حالات ایسے ہیں کہ تقسیم قبول کیے بغیر چارہ نہیں۔"

پھر اگر آج اندرا، چاون، سورن سنگھ، ڈیسائی، اور دوسرے لوگ بدستور کشمیر کو اٹوٹ انگ بتائے جا رہے ہیں تو کل وقت آنے پر تقسیم ہند کی طرح اور اپنے سے بہت بڑے لیڈروں کی طرح کشمیر کی رائے شماری یا کوئی متبادل تجویز کیوں نہیں منظور کریں گے؟

بات وہی ہے جو غالب نے کہی ہے :

ہیں کواکب کچھ، نظر آتے ہیں کچھ دیتے ہیں دھوکا یہ بازی گر کھلا

اور وہ وقت دور نہیں جب یہ حقیقت سامنے آجائے گی !

اب ایک مثال اور سہی۔ تقسیم ہند کے بعد جواہر لال نے اپنی ساری کابینہ کی طرف سے اعلان کیا کہ اب کوئی نیا صوبہ نہیں بنایا جائے گا، اس لیے کہ اس سے تقسیم کا رجحان پیدا ہوتا ہے اور کچھ عرصہ تک وہ اس پالیسی پر عامل بھی رہے۔ لیکن کیا وہ جواہر لال ہی نہیں تھے جنھوں نے گجرات کا صوبہ بنایا، اندھرا کا صوبہ بنایا۔ کیرالہ کا صوبہ بنایا۔ مہاراشٹرا کو نئے صوبے کا مرتبہ بخشا، راجستھان کے نام سے نیا صوبہ قائم کیا۔ ہماچل پردیش کو ایک نئے صوبے کی حیثیت سے وجود میں لائے؟

اگر صوبہ سازی کی پالیسی بدل سکتی ہے تو غاصبانہ قبضہ کی پالیسی کیوں نہیں بدل سکتی۔

ایک آخری مثال اور۔ ناگا ایک چھوٹی سی قوم ہے جو مٹھی بھر افراد پر مشتمل ہے۔ ناگاؤں نے خود مختاری کا مطالبہ کیا جواہر لال نے اس مطالبے کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا۔ لیکن رفتہ رفتہ ناگالینڈ کے نام سے ایک صوبہ بنانے پر رضامند ہو گئے لیکن ناگا اس عنایت خسروانہ سے مطمئن نہیں ہوئے۔ انھوں نے اپنا مطالبہ جاری رکھا اور اب تازہ ترین اطلاع یہ ہے کہ بھارت ناگالینڈ کو داخلی خود مختاری دینے پر تیار ہو گیا ہے۔ یعنی دفاع اور امور خارجہ کے محکمے بھارت کے پاس رہیں گے باقی امور میں ناگالینڈ مکمل طور پر آزاد ہو گا اور یہ تو ابھی ابتدا ہے

راہ پر ان کو لگا لائے تو ہیں باتوں میں اور کھل جائیں گے دو چار ملاقاتوں میں

آخر وہ دن بھی آئے گا جب ناگالینڈ کو آزادی کامل کا پروانہ بھارت اسی طرح عطا کرنے پر مجبور ہو گا جس طرح برطانیہ نے امریکہ کو آزاد کیا تھا۔

بھارت کے ارباب حکومت کے بیانات کو ہمیں اسی پس منظر میں دیکھنا چاہیے۔